جوہر حیات
ابوالخیر ابن حکیم

# کبھی سوچا ہے؟

ضروری نہیں کہ علم صرف اہل علم سے اور عقل و دانش کسی عقل منداور دانشور سے ہی حاصل ہو، یہ تو طلب و جستجو کرنے والے کی طلب صادق اور اخلاص پر منحصر ہے کہ وہ اپنے مقصود کو کس طرح، کیسے اور کس مقدار میں حاصل کرتا ہے الحكمة ضالة المؤمن فحيث وجدها فهو احق بها (الترمذی)

حکمت و دانائی جہاں سے ملے مؤمن کو وہ ضرور حاصل کرنی چاہئے وہ کسی حیوان سے ملے یا انسان سے، کسی مہربان سے ملے یا ظالم وستم گر سے ، دوست سے ملے یا دشمن سے ، استاد سے ملے یا شاگرد سے۔

کسی کے سامنے زانوے تلمذ طے کرنا اور بات ہے، اس کی اہمیت ضرورت اور افادیت بے انتہا ہے مگر اس رہگذر پر ادب و آداب اور احترام و تقدس کے تقاضے ادا کرنے نہایت ضروری ہیں کہ اس کے بغیر استاد سے کچھ حاصل نہیں ہوسکتا، استاد سے فیض یاب ہونے کے لئے اسے محسنِ اعظم سمجھتے ہوئے احسان مندی کی انتہا تک جانا نہایت ضروری ہے اگر استاد کی شفقت حاصل ہوجائے تو پھر بسا اوقات استاد کی محبت بھری نظر اور اخلاص سے لبریز دعائیں وہ ثمرات عطا کر دیتی ہیں جو کئی سال تک پڑھنے اور درس سننے سے بھی حاصل نہیں ہوتے۔

عقل و دانش اور حکمت و فراست تو سارے جہاں میں پھیلی ہوئی ہے اور ہر ایک کو اذن عام ہے کہ جس سے چاہے جتنے چاہے یہ موتی حاصل کر لے نہ کسی کو کوئی اعتراض ہو نہ استاد شاگرد کے ادب و آداب کی ضرورت۔

ہماری مسجد کے ایک عالم دین تھے جو اکثر وعظ و نصیحت کیا کرتے تھے نماز با جماعت کے آداب بتاتے ہوئے بارہا ان سے سنا کہ آدمی کو جسم کے عرض کے مطابق ہی اپنے دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ رکھنا چاہئے، فاصلہ نہ جسم کے عرض سے کم ہو نہ زیادہ۔

بات ان کی بڑی معقول تھی کہ کچھ لوگوں کا جسم عرض میں کافی پھیلا ہوتا ہے لیکن ان کے دونوں پاؤں کے درمیان کا فاصلہ بہت کم ہوتا ہے اور بعض کا جسم عرض میں اتنا وسیع نہیں ہوتا مگر دونوں پاؤں کو اس قدر پھیلا دیتے ہیں جیسے جہاں تک ان کے پاؤں جائیں گے اتنی زمین ان کی ملکیت میں آجائے گی ، یہ منظر دیکھنے میں خوشنما نہیں لگتا اور صف بندی میں بھی اس سے خلل پیدا ہوتا ہے جب کہ صف بندی نماز با جماعت کا

حسن ہے فان اقامة الصف من حسن الصلاۃ (البخاری)

اس عالم دین کی بات دل کو لگتی تھی مگر جب اکثر انہیں دیکھتا تو ان کے اپنے دونوں پاؤں کے درمیان فاصلہ جسم کے عرض کے لحاظ سے بہت کم ہوتا۔ ان کی اس لاپرواہی اور عدم توجہی سے میں نے ان کی بات رد نہیں کی کیونکہ بات پُر حکمت تھی اور الحکمة ضالة المؤمن لیکن اس سے میں نے ایک اور حکمت حاصل کی، کہ اس عالم دین کا یہ رویہ مجھے اچھا نہیں لگا اس لئے مجھے چاہئے کہ میں جب دوسروں کو کوئی بات کہوں تو پھر پوری کوشش کروں کہ میرا عمل بھی اس کے مطابق ہوتا کہ دیکھنے اور سننے والا میری طرح برا اثر نہ لے۔

یہ بات اس عالم دین نے سکھائی نہیں لیکن میں نے ان سے سیکھ لی، ان کی بدعملی قبولِ حق میں میرے لئے رکاوٹ نہ بنی بلکہ میرے حسن عمل کا سبب بن گئی۔

اگر سیکھنے کا یہ انداز- جو ایک مؤمن کا انداز ہوتا ہے- ہم سب اختیار کرلیں تو ہم اپنے آپ کو بہت حد تک سنوار سکتے ہیں، بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں اور علم وحکمت کے موتی سمیٹ سکتے ہیں۔

کئی بار ایسا ہوا کہ دوسرے کا اندازِ تخاطب، نصیحت کا اسلوب، ٹوکنے کا غیر مہذب طریقہ دل کو اچھا نہ لگا مگر دل کو دماغ نے سمجھایا کہ تمہیں تو معلوم ہوگیا کہ یہ انداز تخاطب اچھا نہیں ہے نصیحت کا یہ اسلوب فائدہ مند نہیں ہے غلطی پر ٹوکنے کا یہ طریقہ غیر مہذب ہے، حکمت کے ان موتیوں کو حاصل کرلو خود ان غلط طریقوں سے بچو، کہیں تم بھی دوسروں کے لئے قابل نفرت نہ بن جانا اور جن کے سبب تمہیں یہ حکمت کے موتی ملے ان سے نفرت نہ کرنا بلکہ ان کے شکر گذار بن کر ان کے لئے ہدایت کی دعا کرنا

حکیم وخبیر خالق نے ہر چیز حکمت سے تخلیق فرمائی ہے اب اس چیز سے حکمت کشید کرنا ہمارا کام ہے۔ رب ذوالجلال نے کتے کو پیدا کیا جسے ایک مؤمن نجس خیال کرتا ہے یہ کتا جس برتن کو زبان سے چاٹ لے وہ برتن بھی نجس ہوجاتا ہے جس ایک سات مرتبہ دھونا ضروری ہوجاتا ہے۔ اگر اس بات پر غور کریں تو سمجھ آتی ہے کہ کتا نہایت حریص جانور ہے ہر چیز کو للچائی نگاہ سے دیکھتا ہے ہر چیز کو سونگھتا رہتا ہے اور کھانے کی چیز سمجھ کر اس پر منہ مارتا ہے اور جب وہ حرص کے ساتھ کسی برتن کو زبان لگاتا ہے تو اس کے لعاب کے ذریعہ ایسے جراثیم برتن میں منتقل ہوجاتے ہیں جو انسان کے لئے مہلک ہیں جب تک اس برتن کو مٹی اور پانی سے سات بار نہ دھویا جائے برتن ان جراثیموں سے پاک نہیں ہوتا ہے۔ لیکن جب یہی کتا اپنے مالک کے احکامات مان کر حرص وطمع کے جذبات کو دبا کر شکار کرتا ہے تو شریعت اس کے شکار کو حلال قرار دے دیتی ہے

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ

مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ( المائدۃ آیت نمر4)

لیکن جب یہی حرص دوبارہ لوٹ آئے اور شکاری کتا شکار کے جانور کر کھالے تو وہ شکار حرام ہو جاتا ہے۔

اس سے ہمیں یہ درس ملا کہ جو بھی حریص ہوگا وہ کتے کی طرح دوسروں کے لئے قابل نفرت ہوگا۔

رسول کریم ﷺ نے بھی اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ جو شخص آخرت کے بجائے دنیا کا حریص ہو جائے وہ اللہ تعالی کی محبت سے محروم ہو جاتا ہے اور جو شخص دوسروں کے مال کو للچائی نگاہ سے دیکھتا رہتا ہے وہ لوگوں کی محبت سے محروم ہو جاتا ہے۔ فرمان نبوی ہے ﴿ ازھد فی الدنیا یحبک اللّٰہ و ازھد فیما عند الناس یحبک الناس۔ ابن ماجہ ﴾

خالق نے جہاں کتے میں حرص جیسی بری خصلت رکھی ہے وہاں ہمیں سمجھانے کے لئے اس میں کچھ خوبیاں بھی رکھی ہیں کہ ہر بری چیز سے نفرت نہ کرو اس کی خوبیوں پر بھی نگاہ ڈالو۔ کتے کی خوبیوں میں سے ایک خوبی وفاداری ہے اس سے ہمیں یہ درس ملا کہ اے انسان تجھ میں ہزار عیب ہوں لیکن اگر تو اپنے مالک کا وفادار ہوگا تو تُو اپنے مالک کو عزیز لگے گا اور مالک کی نظر کرم ہی مقصود ہوتی ہے۔

اس کتے میں ایک عیب اور بھی ہے کہ یہ دوسروں پر بھونکتا ہے اگر یہ عیب کسی انسان میں پیدا ہو جائے تو لوگ بھی اس سے نفرت کرتے ہوئے دور رہتے ہیں محسن انسانیت ﷺ نے یہ حقیقت واضح فرما دی تھی ﴿ ان شر الناس عند اللّٰہ منزلۃ یوم القیامۃ من ترکہ الناس اتقاء شرہ۔ مسلم ﴾

اسی کتے سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ ایک کتا جب کچھ چیزیں سیکھ کر اپنی صلاحتیں بڑھاتا ہے تو اس کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے کبھی وہ چور کی تلاش میں مدد دیتا ہے کبھی دشمن سے خبردار کرتا ہے کبھی منشیات کی تلاش میں معاون ثابت ہوتا ہے، اگر انسان بھی اسی زیور تعلیم سے آراستہ ہو اپنی صلاحیتوں کو بیدار کر لے اپنے مالک کی تعلیمات کو ہمیشہ یاد رکھے تو اس کی قدر و منزلت میں بہت اضافہ ہو جاتا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالی کی ہر مخلوق میں ہمارے لئے بے شمار دروس و حکمتیں ہیں اے عزیز! انہیں تلاش کرنا تمہارا کام ہے' اس حکمت پر عمل کرنا تمہارا فرض ہے' اس حکمت کو دوسروں تک پہنچانا تمہاری ذمہ داری ہے۔' اور جس چیز سے حکمت حاصل کی ہے اسے بے قدر سمجھنا تمہاری حماقت ہے۔ اور صاحب حکمت احمق نہیں ہوتا، اگر کبھی اس سے حماقت سرزد ہو جائے (اور یہ ہو جاتی ہے یہ کوئی عیب نہیں) تو اس حماقت سے حکمت کشید کر لیتا ہے